Fikr-o-Nasar (Islamabad) vol. 1:12 (1964)

افکار

[ربا کے سلسلے میں دو مشہور احادیث، اثر عمرؓ (ابن ماجہ) اور اثر ابن عباسؓ (بخاری) کے بارے میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے مقالہ میں بالتفصیل اظہار خیال فرمایا تھا۔ مولانا تمنا عمادی نے ان دونوں احادیث کا درایت و روایت کی رُو سے مفصل تجزیہ پیش کیا ہے]

ابن ماجہ کی یہ حدیث

حدثنا نصر بن علی الجهضمی ثنا خالد بن الحارث ثنا سعید عن قتادہ عن سعید بن المسیب عن عمر بن الخطاب قال ان آخر ما نزلت آیة الربا وان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قبض ولم یفسرها لنا فدعوا الربا والریبه

ہم سے نصر بن علی الجہضمی، خالد بن حارث اور سعید بن قتادہ نے روایت کیا اور انہوں نے سعید بن المسیب سے اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا کہ (عمرؓ) نے فرمایا: "سب سے آخر میں ربا کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلعم کی وفات ہوگئی اور ابھی آپ نے ہم لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے تم لوگ ربا بھی چھوڑ دو اور ریبہ (مشکوک) بھی۔

اس حدیث کو حدیث صحیح سمجھنے والا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان صحیح رکھتا ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ آپ کی رسالت پر۔ اور روایت پرستی نے اس کی بصارت و بصیرت دونوں کی آنکھوں پر رُوات پرستی کی پٹی

باندھ دی ہے کہ ان کو اس افترائی حدیث کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو بھی اس طرح اللہ اور رسول سے جنگ کا چیلنج نہیں دیا جس طرح آکلین ربا کو کھلم کھلا چیلنج دیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اکل ربا (کفر و شرک کے بعد) سب سے بڑا نہایت سنگین جرم اور سخت ترین گناہ ہے۔ ایسے سنگین جرم اور سخت ترین گناہ کے ارتکاب کا حکم اللہ تعالیٰ نے ایسے نازک وقت میں کیوں دیا کہ اس کے رسول کو اتنا بھی وقت نہ ملا کہ وہ لوگوں کو اس جرم کی حقیقت سمجھا سکتے (نعوذ باللہ) کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ رسول کا آخری وقت ہے ان کو موت اتنی مہلت نہ دے گی کہ وہ اس جرم کی صحیح نوعیت لوگوں پر واضح کر سکیں۔ کیا رسول اللہ صلعم کی موت بغیر حکم الٰہی کے آگئی تھی؟ ۔ جب اللہ نے خود فرمایا

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (نحل ۴۴)

اور اتاری ہم نے یہ یادداشت، کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ہے ان کے واسطے"

(ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح)

اور اسی سورت کی آیت ۶۴ میں ہے

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

اور ہم نے اتاری تجھ پر یہ کتاب کہ کھول کر سنا دے تو ان کو وہ چیز کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں اور سیدھی راہ سجھانے کو اور واسطے بخشش لانے والوں کے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

تو یہ آیات ربا جو سورہ بقرہ، آل عمران و نساء میں آئی ہیں یہ آیات بھی مانزل الیھم (لوگوں کی طرف جو اتاری گئی) میں ہیں یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تبیین فرمائی یا نہیں؟ اگر آپ نے نہیں فرمائی باوجود اس کے کہ آپ کی وفات سے بقول بعضے ۸۱ دن قبل یہ آیتیں اتر چکی تھیں۔ تو (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کافی وقت ملنے کے فریضۂ رسالت اس ربا کے مسئلے میں جو بہت اہم مسئلہ ہے بالکل ادا نہیں فرمایا۔ اتنا بھی نہیں بتایا کہ "ربا" ہے کیا؟ یہ کتنا بڑا سخت ترین الزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حدیث کو صحیح سمجھنے والے عاید کر رہے ہیں۔ اور جن لوگوں کے نزدیک ربا کی آیتیں وفات نبوی سے چند منٹ یا چند گھنٹے پہلے اتری تھیں اور آپ تکلیف کے باعث ان آیات کی تبیین نہ فرما سکے کہ آپ کی وفات ہو گئی، تو یہ روایت پرست اللہ تعالیٰ پر یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ وہ (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) اپنے رسول کے وقت وفات سے باخبر نہ تھا۔ ربا کی آیتیں نازل کر دیں اس کو رسول کی بیماری

اور تکلیف کی بھی شاید خبر نہ تھی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

یہ رُوات پرست اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب والشہادہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ مانتے ہیں تو اس نے ایسے وقت جانتے بوجھتے یہ آیتیں کس طرح اتار دیں جس وقت آپ ان کی تبیین سے بالکل معذور تھے اور معذوری بھی خود اللہ تعالیٰ کی ہی پیدا کردہ تھی۔

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

تبیین آیات رسول پر فرض بھی کی جائے پھر آیات ایسے وقت اتاری جائیں جس وقت رسول سے قوت تبیین سلب کرلی جائے، کیا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں رسول کی موت وحیات نہ تھی ؟ حکم دینا اور حکم بجا لانے کا موقع نہ دینا کیا علیم وحکیم رب العلمین کی شان ہوسکتی ہے۔

مالھم ؟ کیف یحکمون ؟

یہ تو درایتِ واضحہ ہے جو اس حدیث کے کذب و افترا ہونے پر واضح ترین دلالت کررہی ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیسیوں حدیثیں ربا کے متعلق، جو باہم متضاد و متخالف بھی ہیں۔ کس طرح مروی ہوگئیں ؟ یہ حدیثیں ربا کی ان آیات کے بعد بیان فرمائی گئیں یا ان آیات کے نزول سے قبل ؟ اگر ان آیات کے بعد بیان فرمائی گئیں اور صحابہ نے سنیں تو پھر کسی نے یہ بھی کیوں نہ پوچھ لیا کہ حضور! ربا کس کو کہتے ہیں ؟ پہلے یہ تو سمجھا دیجئے۔ اگر کسی نے خود نہیں پوچھا تھا تو رسول پر تو تبیین فرض تھی آپ کو خود بتا دینا تھا۔ یا کم سے کم لوگوں سے آپ پوچھ لیتے کہ تم لوگ جانتے ہو "ربا" کیا ہے ؟ اگر کوئی مفہوم بتا دیتا تو تصدیق فرمادیتے اگر غلط کہتا تو آپ تصحیح فرمادیتے۔ اتنی حدیثیں ربا کے متعلق بیان فرمانے کا وقت آپ کے پاس تھا مگر ربا کی حقیقت سمجھانے کا وقت نہ تھا۔ کیا کوئی عقلِ سلیم اس کو قبول کرسکتی ہے ؟

شاید کوئی کوفی و بصری نژاد کہدے کہ صرف حضرت عمرؓ کو ربا کی حقیقت معلوم نہ تھی اور وہ دریافت نہ کرسکے مگر حضرت علیؓ وغیرہ بعض دوسرے اکابر صحابہ کو ربا کی حقیقت معلوم تھی حضرت عمرؓ نے صرف اپنی عدم واقفیت کی بنا پر ایسا فرمایا تھا تو یہ کہنا بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے واحد متکلم کی ضمیر نہیں استعمال کی ہے بلکہ "لنا" کہہ کر جمع متکلم کی ضمیر استعمال فرمائی ہے۔ بقول اس مفتری کے جس نے یہ حدیث گھڑی ہے، اس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھ پوری جماعت صحابہ کے متعلق فرمایا کہ

لم یفسر لنا (ہم لوگوں کے لئے حضور نے ربا کی تفسیر نہیں بیان فرمائی)۔ اگر حضرت عمرؓ کو خبر نہ تھی۔ اور دوسروں میں سے کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کی تفسیر بتا دی تھی تو یقیناً جس وقت حضرت عمرؓ ممبر پر ایسا فرما رہے تھے جاننے والے ضرور کہدیتے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کی تفسیر بتا دی ہے اور وہ یہ ہے۔ اگر وہ جاننے والا اس وقت موجود نہ تھا تو یقیناً حضرت عمرؓ کا یہ قول جن سننے والوں کے کانوں تک پہنچ رہا تھا، وہ لوگ ایک دوسرے سے ضرور پوچھتے اور آخر اس دن نہ سہی دوسرے یا تیسرے دن سہی، ہفتے دو ہفتے بلکہ مہینے دو مہینے کے بعد سہی، جب اس واقف کار کو خبر ہو جاتی کہ حضرت عمرؓ نے ایسا فرمایا ہے تو وہ ضرور حضرت عمرؓ کو آکر مطلع فرماتے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا اور ربا کی تفسیر یہ مجھ کو بتائی تھی۔ اس حدیث کے بنانے والے کذاب نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس کا یقین تھا کہ ربا کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی نہیں بتائی۔ ورنہ ذرا سا بھی ان کو شبہ ہوتا کہ شاید کسی کو آپ نے بتائی ہو تو آپ مجمع صحابہ سے ضرور پوچھتے کہ تم میں کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کی پوری تفسیر بتائی ہے؟ یعنی اس مفتری نے سارے صحابہ کو حضرت عمرؓ کا اس قول میں ہم نوا قرار دیا ہے۔

یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات صرف راوی سعید بن المسیب سے فرمائی جو ان کی خلافت کے دو سال گذر جانے کے بعد تیسرے سال خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے تھے اور معلوم نہیں اس کتاب کے نزدیک حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے کس سال میں ایسا فرمایا تھا۔ چھ سات برس کے بعد بھی فرمایا تھا تو سعید بن المسیب اس وقت تین چار برس کے تھے۔ ان چار پانچ برس کے بچے سے فرمایا تھا۔ اگر ٹھیک اسی دن جس دن وہ زخمی ہوئے تھے اس دن بھی کہا تھا تو سعید بن المسیب اس وقت چھ سات برس سے زیادہ عمر کے ہرگز نہ ہوں گے تو ایسی اہم بات حضرت عمرؓ نے اپنے آخری وقت کسی سن رسیدہ آدمی سے نہیں فرمائی۔ کہی تو صرف ایک سات برس کے بچے سے؟ مگر

فدعوا الربا والریبۃ — ربا اور مشکوک بات (جس پر ربا کا شک ہو سکے) چھوڑ دو

یہ حکم صیغہ جمع کے ساتھ تو یقیناً ایک جماعت ہی کو کیا جا سکتا ہے، نہ کہ صرف ایک سات برس کے بچے کو۔

اگر یہ روایت صحیح تسلیم کی جا سکتی ہے تو اسی حیثیت سے کہ حضرت عمرؓ نے ممبر پر خطبے میں حاضرین کو مخاطب کر کے ایسا فرمایا ہو، جس کو ایک سات برس کے بچے نے بھی سن لیا اور اس کو یہ بات یاد رہ گئی۔ مگر یہ کس قدر خلاف توقع ہے کہ اس قدر اہم بات ایک مجمع میں کہی جائے کسی کو یاد نہ رہے،

صرف ایک سات برس کے بچے کو یاد رہے؛ حیرت کی بات ہے کہ سعید بن المسیب کے سوا دوسرا کوئی اس کی روایت نہیں کرتا۔ سارے متقدمین محدثین وائمہ رجال کا اس پر اتفاق ہے کہ سعید بن المسیب کی سماعت حدیث حضرت عمرؓ سے صحیح نہیں ہے صرف بچپن میں انہوں نے ان کو دیکھا ہوگا۔ مگر ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں:

قد وقع لی حدیث باسناد صحیح لامطعن فیہ فیہ تصریح سعید بسماعہ من عمر	مجھے صحیح اسناد (جس میں کوئی طعن نہیں) سے یہ حدیث ملی ہے جس میں سعید کے حضرت عمرؓ سے سماع کی صراحت موجود ہے

اس کے بعد ابن حجر اسناد کے آٹھ ناموں کے گنانے کے بعد روایت کرتے ہیں:

ثنا مسدد فی مسندہ عن ابن ابی عدی ثنا داؤد بن ابی ھند عن سعید بن المسیب قال سمعت عمر بن الخطاب علی ھذا المنبر یقول عسیٰ ان یکون بعدی اقوام یکذبون بالرجم یقولون لا نجد فی کتاب اللہ۔ لولا ان ازید فی کتاب اللہ ما لیس فیہ لکتبت انہ حق قد رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجم ابوبکر ورجمت۔ وھذا الاسناد علی شرط مسلم۔	ہم سے مسدد نے اپنی مسند میں ابن ابی عدی سے، داؤد بن ابی ہند نے سعید بن المسیب سے روایت کیا کہ "میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے اس منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا "شاید میرے بعد ایسے لوگ آئیں جو رجم کو جھٹلائیں گے اور کہیں گے ہمیں یہ کتاب اللہ میں نہیں ملتی۔ اگر میں جو کچھ کتاب میں نہیں ہے اس میں اضافہ نہ کردوں تو لکھوں کہ یہ حق ہے اور یقینا رسول اللہ صلعم نے رجم کیا، ابوبکر نے رجم کیا اور میں رجم کرتا ہوں"۔ یہ اسناد مسلم کی شرط پر ہے۔

(تہذیب التہذیب۔ ج: ۴، صـ۸۸)

چور کی گواہی گرہ کٹ کی طرف سے، اسی کو کہتے ہیں۔ ایک افترائی جھوٹی حدیث کی تائید میں بالکل اسی طرح کی افترائی جھوٹی حدیث کو پیش کرنا عجیب وغریب بات ہے۔ مسند احمد کی حمایت میں علامہ عراقی کے اعتراضات کے جواب میں جو "القول المسدد" انہوں نے لکھی ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے حافظ ابن حجر سے یہ کچھ بعید نہیں ہے۔ سعید بن المسیب کا خود قول صـ۸۸ میں نقل کرتے ہیں۔

ولدت لسنتین مضتا من خلافۃ عمر	حضرت عمرؓ کی خلافت کو دو برس گذر چکے تھے کہ میں پیدا ہوا (یعنی تیسرے سال)

دس برس ان کی خلافت کی مدت ہے۔ اور یقیناً ان دونوں حدیثوں کے خطبے شہادت سے کچھ پہلے ہی

دئے ہوں گے جب سعید بن المسیب شہادت فاروقی کے وقت سات برس کے تھے تو اس سے دو برس پہلے تو اور بھی کم سن یعنی پانچ برس کے ہوں گے۔ اس لئے ان کا یہ کہنا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو خطبہ دیتے سنا، اور پوری حدیث یاد کر لینا اور ربعد کو روایت کرنا کس قدر خلاف عقل ہے۔ مگر جیسا دعویٰ ویسی ہی دلیل، دونوں کذب و افترا۔ باقی رہا روایت کا شرط مسلم کے مطابق ہونا تو کون سی بڑی بات ہے جس کو جھوٹی حدیث بنانا آتا ہے کیا وہ جھوٹے اسناد جوڑ لینا نہیں جانتا؟ جبھی تو محدثین نے خود لکھ دیا ہے کہ کسی حدیث کا صحیح الاسناد ہونا اس حدیث کی صحت کی ضمانت نہیں ہے۔ مگر علی شرط مسلم بھی مسدد سے ابن المسیبؒ تک کے متعلق ہے۔ خود ابن حجر نے جو اپنے شیوخ کے نام لکھے ہیں ان میں کا آخری نام "ابوخلیفہ" ہے جس نے مسدد سے یہ حدیث روایت کی یا ان کے مسند میں دیکھی۔ ابن حجر نے خود ان کے مسند میں یہ حدیث نہیں دیکھی۔ یہ "ابن خلیفہ" صاحب کون ہیں، بہت مشتبہ ہے۔ مسدد کے ترجمہ میں تو ضرور ہے کہ روی عنه ابوخلیفه (ان سے ابوخلیفہ نے روایت کی)۔ مگر "باب الکنیٰ" میں ابوخلیفہ یا ابن خلیفہ لکھ کر لکھ دیا ہے۔

"هو عبد الله بن خليفه انه يقال ابوخليفه او ابن خليفه":	یہ عبداللہ بن خلیفہ ہیں۔ انہیں ابوخلیفہ یا ابن خلیفہ بھی کہتے ہیں۔

مگر مسدد سے ان کا روایت کرنا مذکور نہیں۔ اور پھر یہ روایت آخر صحاح کی کسی کتاب میں کیوں نہیں صرف مسدد ہی کی مسند میں کیوں ہے؟ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ درمیان میں آگیا، اب پھر اسی ربا والی حدیث کو دیکھئے۔

سعید بن المسیب تو پانچ، چھ یا سات برس کی عمر میں، جو حضرت عمرؓ سے (بقول راوی) سنا تھا، روایت کر رہے ہیں۔ مگر ابن المسیب سے کون روایت کرتا ہے۔ وہ قتادہ بن دعامہ بصری ہیں، طبقات ابن سعد ج ۷، صـ۲ میں ہے۔

اخبرنا عفان بن مسلم قال كان قتادة يقيس على قول سعيد بن المسيب، ثم يرويه عن سعيد بن المسيب۔	عفان بن مسلم فرماتے ہیں کہ قتادہ، سعید بن المسیب کے قول پر قیاس کرتے تھے اور پھر سعید بن المسیب سے روایت کیا کرتے تھے۔

یعنی قتادہ سعید بن المسیب کے کسی قول پر قیاس کر کے اسی قیاسی بات کو سعید بن المسیب کا قول قرار دے کر ان سے روایت کیا کرتے تھے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب ج ۸، صـ۳۵۶ میں لکھتے ہیں:

وقال اسمٰعیل القاضی فی احکام القرآن سمعت علی بن المدینی یضعف احادیث قتادہ عن سعید بن المسیب تضعیفاً شدیداً وقال احسب ان اکثرھا بین قتادہ وسعید فیھا رجالٌ

اسمٰعیل قاضی احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن مدینی کو قتادہ کی سعید بن المسیب سے روایت کردہ حدیثوں کو شدت سے ضعیف کہتے سنا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اکثر حدیثوں میں قتادہ اور سعید بن المسیب کے درمیان دوسرے لوگ ہیں۔

اور خود قتادہ کیا ہیں، اس کے لکھنے کی اب ضرورت نہیں ہے، مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔

قتادہ سے روایت کرنے والے کا نام صرف "سعید" مذکور ہے، یہ سعید بن ابی عروبہ البصری ہیں، بنی عدی کے آزاد کردہ غلام۔ ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ مگر ۱۴۳ھ میں بڑھاپے کے باعث حواس کچھ مختل ہو گئے تھے اس لئے جن لوگوں نے ۱۴۳ھ تک ان سے حدیثیں سنیں، ان کی حدیثیں تو معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ ۱۴۳ھ سے وفات تک جن لوگوں نے حدیثیں سنیں، وہ ناقابل اعتبار سمجھی جاتی ہیں۔ معلوم نہیں یہ حدیث ان سے کب سنی گئی۔

ابن عروبہ سے روایت کر رہے ہیں خالد بن حارث البصری جو ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان سے روایت کرتے ہیں نصر بن علی الجہضمی البصری متوفی ۲۵۰ھ۔ ان دونوں کی وفات میں ۶۴ برس کا تفرقہ ہے۔ جہضمی صاحب نے اگر ستر بہتر برس کی بھی عمر پائی ہے جب بھی ان کی روایت خالد بن حارث سے غیر ممکن ہے۔ اور کسی نے جہضمی کو طویل العمر نہیں لکھا ہے کہ سمجھا جائے کہ شاید ۹۰ یا ۹۵ برس عمر پائی ہو، اس لئے یہ خالد بن حارث سے روایت کرسکتے۔

جہضمی صاحب سے ابن حجر حسن ظن رکھتے ہیں اس لئے ان کی توثیق لکھی ہے۔ مگر ایک واقعہ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ وحسین رضہ کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں کے ماں باپ سے محبت رکھی، وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا۔ تو خلیفہ متوکل نے ان کو ایک ہزار کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ جعفر بن عبدالواحد نے (سفارش کرتے ہوئے) کہا کہ یہ اہل سنت میں سے ہے، جب بھی وہ ان کو پٹواتا رہا، آخر چھوڑ دیا۔ مگر یہ داستان نقل کی ہے ابو علی بن الصواف سے جو ایک غیر ثقہ اور رافضی تھا۔

انساب سمعانی میں ورق ۱۷ کی پشت پر ابو بکر احمد بن محمد بن الفضل الابلی کے ترجمے میں لکھا ہے:

قال ابوحاتم بن حبان ابوبکر الابلی سکن قریۃ

ابوحاتم بن حبان نے کہا کہ ابوبکر الابلی، جندلیسا پور کے ایک

من قرى جند يسابور يقال لها نوكول فكتبت عنه شبهاً بخمس مائة حديث كلها موضوعة يضعها نسخة نسخة على الثقات كان يروي نصر بن علي الجهضمي

گاؤں نوکل کا رہنے والا تھا، اس سے پانچ سو کے قریب حدیثیں لکھی گئیں جو سب کی سب موضوع تھیں، ان کو ایک ایک نسخہ کر کے ثقہ راویوں کے منسوب کیا گیا۔ نصر بن علی الجہضمی انہی سے روایت کیا کرتے تھے۔

انہی جہضمی صاحب سے امام محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ القزوینی روایت کر رہے ہیں۔ صحاح کی دوسری کسی کتاب میں ایسی افترائی جھوٹی حدیث کیوں ہونے لگی۔ ایسی کھلی ہوئی افترائی حدیث، جو درایتہً روایت ہر حیثیت سے صاف جھوٹی نظر آرہی ہے۔ غایت روایت پرستی کے بادہ غلو کے سرشار بالکل ازخود رفتہ ہوکر، کس طرح کلیجے سے لگائے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جلالتِ شانُ عظمت کا بھی خیال نہیں کرتے۔ تعجب ہے ان لوگوں کے ایمان پر۔

یہ حدیث کیوں گھڑی گئی

ربا کے متعلق اتنی مختلف حدیثیں وضع کی گئیں اور ان مختلف حدیثوں کے ذریعے ربوا کے مفہوم کو اس قدر غتربود کیا گیا کہ ربوا کا صحیح مفہوم سمجھنا مشکل ہو گیا تو اس کے لئے بطور دفع دخل ایک قول حضرت فاروق اعظمؓ کی طرف منسوب کر دیا گیا کہ اگر ان مختلف حدیثوں کو دیکھ کر کوئی کہے کہ ان حدیثوں کے دیکھنے کے بعد تو کوئی شخص ربوا کا صحیح مفہوم سمجھ ہی نہیں سکتا، تو اس کا جواب یہ دیا جا سکے کہ تم کیا ہو، دیکھو خود خلیفۂ دوم حضرت فاروق اعظم کو بھی ربوا کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ ارشاد فرمایا تھا

غرض ربوا کے متعلق حدیثوں میں جو اختلاف و اضطراب ہے۔ اس پر اگر کوئی معترض ہو تو اس کی زبان بندی کے لئے بطور عذر لنگ کے یہ بہتان عظیم حضرت فاروق اعظم رضؓ پر باندھا گیا۔ یہ بہتان بصرے کی ٹکسال میں گھڑا گیا۔

— ۲ —

رہ گئی بخاری والی حدیث جس کو قبیصہ بن عقبہ، سفیان ثوری سے، وہ عاصم سے، وہ عامر بن شرحبیل الشعبی سے اور وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ

آخر آية نزلت على النبي صلى الله عليه وسلم آية الربوا

نبی اکرم ص پر سب سے آخری آیت، آیتِ ربا نازل ہوئی۔

یہ حدیث کوفے کی ٹکسال میں گھڑی گئی۔ اس کے پہلے راوی امام بخاری کے شیخ قبیصہ بن عقبہ الکوفی ہیں، یہ امام بخاری کے شیخ تھے۔ اس لئے ائمۂ رجال پر توثیق فرض تھی۔ اسی لئے کافی حد تک ان کی توثیق کی گئی ہے۔ مگر یہ شیعیانِ کوفہ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ فطر بن خلیفہ، یونس بن ابی اسحٰق، اسرائیل بن یونس، یحییٰ بن سلمہ بن کہیل وغیرہم کے شاگردوں میں تھے۔ اور یہ سب شیعیان کوفہ کے عمائدین میں سے تھے۔ یہ حدیث سفیان ثوری سے روایت کررہے ہیں۔ ابن حجر، تہذیب التھذیب ج ۸، صفحہ ۳۴۸، ۳۴۹ میں لکھتے ہیں

عن ابن معین ثقة فی کل شیئ الا فی حدیث سفیان	ابن معین کہتے ہیں کہ وہ سفیان سے روایت کے علاوہ تمام روایات میں ثقہ ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:

قال ابوزرعه الدمشقی عن احمد بن ابی الحواری قلت للفریابی رأیت قبیصة عند سفیان؟ قال نعم، رأیته صغیراً	ابوزرعہ دمشقی نے احمد بن ابی الحواری سے روایت کیا کہ انہوں نے فریابی سے پوچھا "کیا آپ نے قبیصہ کو سفیان کے ہاں دیکھا ہے؟" انہوں نے کہا "میں نے ان کو چھوٹے سے دیکھا ہے"۔

پھر لکھتے ہیں:

قال صالح بن محمد کان رجلاً صالحاً لکنهم تکلموا فی سماعه من سفیان	صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ صالح شخص تھے لیکن ان کے سفیان سے سماع میں کلام ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

قال الآجری عن ابی داؤد کان قبیصه وابوعامر وابوحذیفه لایحفظون ثم حفظوا بعد۔	آجری ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں کہ قبیصہ، ابوعامر اور ابوحذیفہ پہلے یاد نہیں رکھا کرتے تھے۔ بعد کو یاد رکھنے لگے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ کم سنی میں جو کچھ سفیان ثوری وغیرہ سے سنا تھا وہ تو پوری طرح یاد نہ رہا، اس کے بعد جو کچھ دوسروں سے سنا اس کو یاد رکھا۔ سفیان ثوری کی جو حدیثیں بھی ان کو یاد رہیں، وہ دوسروں کی سنی سنائی، وہ دوسرے کون کون تھے؟ اس کو اللہ کے سوا کون جان سکتا ہے۔

باقی رہے سفیان ثوری، جو مشہور کوفی محدث تھے۔ ابن حجر تہذیب التہذیب ج ۲، صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں:

الثوری لیس من مذھبہ ترك الروایۃ عن الضعفا

ضعیف لوگوں سے روایت ترک کرنا ثوری کا مذہب نہیں ہے ۔

اور حضرت مدلّس بھی تھے ، ضعیف راویوں سے روایت کرتے تھے تو ان کے نام کبھی بدل دیا کرتے تھے تہذیب التہذیب کے آخر میں ترجمہ ثوری ج ۴ ، صـ۱۱۵ میں ہے ۔

وقال ابن المبارك حدّث سفیان بحدیث وھو یدلسہ ۔ فلما رانی استحیی وقال نرویہ عنك

ابن المبارک کہتے ہیں کہ سفیان نے ایک حدیث بیان کی جس میں انہوں نے تدلیس کی ۔ وہ جب بھی مجھے دیکھتے شرماتے تھے اور کہتے کہ ہم تم سے روایت کرتے ہیں ۔

اور ج ۷ ، صـ۸۴ ترجمہ عبیدہ بن معتب میں لکھا ہے

قال یعقوب بن سفیان لایسوی شیئًا ۔ وکان الثوری اذا روی عنہ کنّاہ قال ابوعبدالکریم ۔ قال وسفیان لایکاد یکنّی رجلا الا وفیہ ضعف

کہا : یعقوب بن سفیان کسی چیز میں برابری نہیں کرتا تھا ۔ ثوری جب بھی اس سے روایت کرتے اس کو ابوعبدالکریم کی کنیت سے بیان کرتے تھے ۔ اور یہ بھی کہا کہ سفیان جب تک کسی راوی میں ضعف نہ ہوتا اس کی کنیت نہیں بیان کرتے تھے ۔

اور اسی جلد ۷ ، صـ۷۲ میں عبید بن القاسم الاسدی الکوفی کا ترجمہ دیکھئے جو اوّل درجے کا کذّاب تھا اور سفیان ثوری کا بھانجا تھا ۔ سفیان ثوری سے روایت بھی کرتا تھا ۔ متعدد محدثین کے بھانجے اور بھتیجے وضاع اور کذّاب تھے اور اپنے ماموں یا چچا کی کتابوں میں محو و اثبات و اضافہ کیا کرتے تھے ۔ سفیان ثوری اپنے بھانجے سے محفوظ رہے ہوں تو کوئی وجہ اس کی نہیں ہے ۔

پھر اس حدیث میں بھی سفیان ثوری نے اپنی تدلیس کی عادت قائم رکھی یعنی وہ اپنے شیخ کا نام صرف "عاصم" لکھتے ہیں ۔ باوجود اس کے کہ وہ متعدد عاصموں سے روایت کرتے ہیں ۔ "عاصم" بن بہدلہ جو ابن ابی النجود کے نام سے بھی مشہور ہیں اور کوفے کے مشہور امام القراءۃ تھے ۔ مگر حدیثوں میں ضعیف سمجھے جاتے تھے اور عاصم بن عبید اللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب ۔ یہ بھی ضعیف ، منکر الحدیث من لایحتج بہ تھے ۔ اور عاصم بن کلیب بن الشہاب الکوفی ، مرجئہ اور من لایحتج بہ تھے ۔ اور پھر عاصم بن سلیمان الاحول البصری سے بھی روایت کرتے ہیں ۔ یہ عاصم احول دوسرے عواصم کے اعتبار سے ایک حد تک ثقہ سمجھے جاتے ہیں ۔ مگر یہ کوفی نہیں ہیں ، سفیان ثوری کے ہم وطن نہیں ہیں ۔ اس لئے ثوری ان کے حال سے اس قدر واقف نہیں ہو سکتے جتنا خاص بصری محدث جو عاصم احول کے ہمعصر تھے اور ان سے زیادہ ثقہ تھے وہ ان سے

واقف ہو سکتے تھے۔ وہیب بن الورد جو سفیان ثوری کے شیوخ میں بھی تھے، ان کے متعلق تہذیب التہذیب ج ۵، صـ۲۳ میں ہے۔

وترکہ وھیب لانہ انکر بعض سیرتہ	وہیب نے ان کو چھوڑ دیا کیونکہ اس کی سیرت میں لوگوں کو کلام تھا۔

اور اس سے پہلے ابن ادریس کا قول بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا لا اروی عنہ (میں اس سے روایت نہیں کرتا)

مگر زیادہ قیاس یہی ہے کہ مذکورہ بالا کسی کوفی عاصم سے ہی ثوری نے یہ حدیث سنی تھی مگر اس کو مجروح جان کر صرف "عاصم" لکھوایا۔ شارحین بخاری نے دیکھا کہ جتنے عاصم نام کے ہیں سب کم و بیش مجروح ہیں تو ان میں جو سب سے اچھا حال رکھتا ہو، اسی عاصم کو یہاں نامزد کر دینا مناسب ہے۔ اس لئے شارحین بخاری اور محشی حضرات نے عاصم کے بعد ای الاحول لکھ دیا۔ اگرچہ عاصم احول بھی دو ہیں، عاصم بن النضر بن المنتشر الاحول البصری بھی ہیں۔ مگر یہ متاخر ہیں۔ اگر واقعی عاصم بن سلیمان الاحول سے یہ روایت ہوتی تو ثوری ضرور الاحول لکھکر واضح کر دیتے اور کبھی مبہم نہ چھوڑتے۔

آخری راوی عامر بن شرحبیل الشعبی ہیں۔ یہ کوفے کے اکابر محدثین میں سے ہیں اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ مگر پھر کوفی تھے۔ کوفی محدثین کوفی ماحول سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔ تہذیب التہذیب میں ان کے ترجمے میں تقریباً بارہ صحابہ و امہات المؤمنین کی فہرست دی ہے جن سے کچھ سنا نہیں مگر ان سے روایت کیا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم کا قول صـ۶۷ ج ۵ میں نقل کیا ہے۔

قال سئل ابی عن الفرائض التی رواھا الشعبی عن علی رض۔ فقال ھذا عندی ماقاسہ الشعبی علی قول علی رض وما اری علیا کان یتفرغ لھذا۔	انہوں نے کہا کہ میرے والد سے ان فرائض کی حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا جو شعبی نے حضرت علی رض سے روایت کی تھیں۔ انہوں نے کہا میرے نزدیک یہ شعبی نے حضرت علی رض کے کسی قول پر قیاس کر کے روایت کی ہیں میری نظر میں تو حضرت علی رض کو ان چیزوں کی فرصت نہیں تھی

بہرحال یہ حدیث یا تو سفیان ثوری کے بھانجے نے ثوری کی کتاب میں داخل کر دی اور ثوری نے روایت کر دی یا قبیصہ کم سن تھے۔ ثوری کے بھانجے سے سن کر ثوری سے روایت کرنے لگے۔ خود

ن کے نزدیک جب قبیصہ کی روایت سفیان ثوری سے قابل اعتبار نہیں تو اب اس سے زیادہ کردنے
ضرورت ہی کیا رہی ۔

یہ سمجھنا کہ صحیح بخاری کی ہر حدیث صحیح ہے ۔ غایت روایت پرستی ہے ۔ صحیح بخاری میں تو
پ صریح تک موجود ہے ، جس سے ہر بخاری پڑھنے والا واقف ہے ۔ زبان سے اقرار نہ کرے
ر بات ہے ۔

تمنا عمادی غفرلہ